

## اخبار امت

### یوگنڈا: افریقہ کاموتی

حافظ محمد اوریس

مشرقی افریقہ کا خشکی میں گمراہوا ملک یوگنڈا غیر مسلم اکثریت اور غیر مسلم حکمران کے باوجود او آئی سی کا ممبر ہے۔ اس کی یہ ممبر شپ سابق فوجی حکمران عدی امین کے دور حکومت کی مرہون منت ہے۔ عدی امین نے ۱۹۷۱ میں فوجی انقلاب کے ذریعے صدر ملٹن اوپوٹے کا تختہ الٹ کر حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔ ایک مسلمان سربراہ حکومت کی حیثیت سے انھوں نے او آئی سی کی رکنیت حاصل کی۔ عدی امین کی حکومت طویل خانہ جنگی اور تترانیہ کی سرکاری فوجوں کی جانب سے امین مخالف قوتوں کی مسلح امداد کے نتیجے میں آخر کار ۱۸ اپریل ۱۹۷۹ کو ختم ہو گئی۔ اس کے بعد سے آج تک ملک پر عیسائیوں کی حکومت ہے جو اپنی مصلحتوں کی وجہ سے مسلم ممالک کی تنظیم میں شامل رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس تنظیم نے دنیا بھر میں جو چار عالمی یونیورسٹیاں قائم کی ہیں ان میں سے ایک یوگنڈا کے سرحدی شہر مبالے میں ہے۔ دیگر تین یونیورسٹیاں پاکستان، ملائیشیا اور نائیجر میں قائم کی گئی ہیں۔

یوگنڈا ایک غریب ملک ہے جو پٹرول اور اس کی جملہ مصنوعات سوئی صدمیرون ملک سے منگواتا ہے۔ پھر کوئی بندرگاہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ درآمدات کینیا یا تترانیہ کے راستے ملک میں پہنچتی ہیں۔ ملک کی آبادی دو کروڑ بیس لاکھ کے قریب ہے اور رقبہ ۹۳۰۷۰ مربع میل ہے۔ پورا ملک زرخیز ہے مگر زراعت کو جدید انداز میں منظم نہیں کیا گیا۔

یوگنڈا نے برطانوی استعمار سے ۹ اکتوبر ۱۹۶۲ کو آزادی حاصل کی۔ دولت مشترکہ اور افریقی ممالک کی تنظیم کا بھی رکن ہے۔ اس ملک کو حسین مناطر کی وجہ سے افریقہ کاموتی (Pearl of Africa) بھی کہا جاتا ہے۔ دریائے نیل کا منبع بھی یوگنڈا میں ہے۔ یوگنڈا میں جنجا شہر کے پاس بہت بڑا پن بجلی کا کارخانہ ہے جس سے یوگنڈا بڑی مقدار میں بجلی پیدا کرتا ہے اور کینیا کو برآمد کرتا ہے۔

آزادی کے بعد یوگنڈا نے بہت سی قبائلی لڑائیوں اور بار بار کی خانہ جنگیوں کے کٹھن چر کے کھائے ہیں۔ یوگنڈا کا موجودہ حکمران ۵۳ سالہ صدر یوڈیری کاگوتا موسیوینی (Yoweri Kaguta Museveni) طویل جنگ کے بعد سرکاری فوجوں کو شکست دے کر ۲۹ جنوری ۱۹۸۶ کو دارالحکومت کپالا پر قابض ہوا اور آج تک تقریباً بلا شرکت غیرے اس ملک پر حکومت کر رہا ہے۔ بعد میں اس نے انتخابات کا ڈھونگ رچایا اور دو مرتبہ صدر منتخب ہو کر جمہوری طرز حکومت کا تاثر قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ صدر موسیوینی کے متعلق یوگنڈا میں یہ بات زبان زد عام ہے کہ وہ یوگنڈا کا قانونی اور جائز شہری نہیں بلکہ اس کا تعلق پڑوسی ملک روانڈا سے ہے، مگر جس کی لاشی اس کی بھینس کے مصداق کوئی اس کے خلاف دم نہیں مار سکتا۔ صدر کا تعلق توتسی (Tutsi) قبیلے سے ہے جو روانڈا، برونڈی، زائر اور دیگر علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ قبیلہ چھوٹا ہے مگر جنگجو اور مہم جو کی حیثیت سے معروف ہے۔

گذشتہ چند سالوں سے اس خطے میں مختلف ممالک میں خانہ جنگی، قتل عام، ہجرت اور حکومت کے تختے اٹنے کا عمل جاری ہے۔ ہوتو (Hutu) اکثریت کے ممالک میں تو کسی قبیلے کی کامیابیاں زیادہ تر صدر موسیوینی کی جنگی کارروائیوں کی مرہون منت ہیں۔ روانڈا اور برونڈی میں عدم استحکام اور اکھاڑ پھاڑ کے بعد مغربی طاقتوں کی پشت پناہی سے موسیوینی نے زائر اور سوڈان میں بھی اپنی مرضی کے مطابق تہذیبیاں لانے کا عزم کیا اور عملاً جنگ میں کود پڑا۔ زائر کے سابق صدر مولوتو کے بارے میں یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ دنیا کے بد عنوان، بد معاش، عیاش، ظالم ترین حکمرانوں میں سے ایک تھا۔ اس کے خلاف ملک میں شدید نفرت تھی مگر آمریت کا کھنجر اس قدر مضبوط تھا کہ اس آمر کے دور حکومت میں طویل عرصے (نومبر ۱۹۶۵ سے مئی ۱۹۹۷ تک) کوئی اسے توڑ نہ سکا۔ مغربی طاقتوں نے جب اس کہٹ حکمران کو ہٹانے کا فیصلہ کر لیا تو خانہ جنگی شروع ہو گئی اور صدر موسیوینی اور اس کی فوجوں کی حملیت سے ہائی گروہ کٹھن خون ریزی کے بعد مئی ۱۹۹۷ میں حکومت کا تختہ الٹنے میں کامیاب ہو گیا۔ مولوتو یورپ میں ہائی مائدہ زندگی میں دھرت میں گزارے گا اور زائر جو انقلاب کے بعد جمہوریہ کا گون بن گیا ہے کبھیلا (Kabila) کے زیر حکومت اور موسیوینی کے زیر بار احسان نئے دور میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ بھی توتسی قبیلے کی فتح قرار دی جا رہی ہے۔

موسیوینی اچھا منتظم ہے۔ وہ مسلمانوں کا دشمن اور اندر سے اسلام کا شدید مخالف ہے۔ یوگنڈا کے مغربی علاقوں میں اگرچہ آج بھی ایک ہائی گروپ "لائٹ ڈیمو کریٹک فورسز" کے نام سے حکومت مخالف سرگرمیوں میں مصروف عمل ہے مگر مجموعی طور پر ملک میں امن و امان کی حالت خاصی بہتر ہے، البتہ منگنی بہت زیادہ ہے۔

سوڈان میں جب سے اسلامی قوانین کے نفاذ کا کام شروع ہوا ہے، امریکہ اور اس کی رہنمائی میں سوڈان

کے تمام ہمسایوں نے اس کے خلاف جنگ چھیڑ دی ہے۔ بعض نے ہاتھ بندھ کر اعلان جنگ کیا ہے اور بعض بغیر اعلان اس لڑائی میں عملاً شریک ہیں۔ موسیوینی کی سوڈن دشمنی اور علیحدگی پسندوں کی سرپرستی کی وجہ سے امریکہ بھی یوگنڈا کا سرپرست بن گیا ہے۔ موسیوینی کو ایک اصول پسند 'جمہوری' بملور اور دیانت دار لیڈر کے طور پر دنیا میں متعارف کرایا جا رہا ہے۔ یانم میگزین اور دیگر مغربی جرائد و رسائل کے صفحہ اول پر اس کی تصویر چھپتی رہی ہیں۔ موسیوینی کس قدر جمہوریت پسند اور دیانت دار ہے اس کا پتا یوگنڈا جا کر چلتا ہے جہاں لوگ اس کے بارے میں حقائق جانتے بھی ہیں اور محتاط انداز میں بیان بھی کرتے ہیں۔

ایتھوپیا، اریٹریا، مصر اور یوگنڈا نے سوڈن پر حملے کرنے اور اسے مزا چکھانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ بعض دیگر مسلمان ممالک کا اسلحہ "اس کارخیر" میں استعمال ہو رہا ہے۔ لہٰذا مئی میں یوگنڈا نے سوڈن کے ساتھ ایک عارضی سمجھوتہ کیا تھا جو کینیا کے صدر مقام نیروبی میں صدر کینیا دانیال اربپ موئی کی موجودگی میں طے پایا۔ اس سمجھوتے کے کئی اسباب بتائے جاتے ہیں۔

یوگنڈا کے گذشتہ صدارتی انتخابات میں تین امیدواروں میں سے ایک مسلمان تھا جو آج بھی یوگنڈا میں حریت و جرات کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔ یہ مسلمان میکیرے یونیورسٹی کے شعبہ منصوبہ بندی کا چیئرمین محمد میانجا (Myanja) ہے جو نوجوان، اعلیٰ تعلیم یافتہ، مدبر اور مستقل مزاج ہے۔ اگرچہ وہ زیادہ دوث حاصل نہ کر سکا مگر اس نے یوگنڈا کے مسلمانوں کو بیدار کر دیا۔ یوگنڈا میں مسلمان تقریباً ایک تہائی ہیں مگر مغربی ذرائع انھیں سولہ فی صد سے زیادہ تسلیم نہیں کرتے۔ اس انتخاب کے نتیجے میں مسلمانوں کی ایک منظم جماعت وجود میں آگئی ہے جو مسلم اہل کے مسائل پر اپنا مضبوط موقف رکھتی ہے اور مجموعی طور پر ہر مظلوم طبقے کی حمایت و پشتیبانی اپنا فرض اولین سمجھتی ہے۔

صدر موسیوینی ایک گھاگ سیاست دان اور مہم جو لڑاکا لیڈر ہے۔ اسے اس بات کا بخوبی احساس ہے کہ مسلمان اس کی بہت سی پالیسیوں سے غلام ہیں۔ میکیرے یونیورسٹی کے طلبہ اور خصوصاً وہاں کی جامع مسجد کا خطیب و امام، محمد کلبوزی اس کی پالیسیوں پر کھل کر تنقید کرتے ہیں جو اخبارات میں چھپ بھی جاتی ہے۔ محمد میانجا بھی جہاں کہیں جاتا ہے عوام کے ہجوم اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ صدر موسیوینی نے پچھلے دنوں مسلم اہل کا ایک اجلاس بلایا جس میں اس کے اپنے چیدہ لوگ مدعو تھے۔ اس نے اپنی پالیسیوں کے بارے میں اس اجتماع سے حمایت حاصل کرنا چاہی مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ان لوگوں نے یوگنڈا کی جانب سے سوڈن پر حملے کی مخالفت اور مذمت کی اور اس عزم کا اعلان کیا کہ وہ یوگنڈا کی فوجوں کی سوڈن میں کارروائیوں پر اس خاموشی کا مظاہرہ نہیں کریں گے جس کا زائر کے معاملے میں مجموعی طور پر یوگنڈن قوم نے کیا ہے۔ موسیوینی مسلم کیونٹی کو ناراض بھی نہیں کر سکتا اور موجودہ حالات میں انھیں کچل

بھی نہیں سکتا۔ سمجھوتے کی ایک وجہ تو یہی تھی۔

سمجھوتے کی دوسری وجہ یہ بنی کہ یوگنڈا کی فوج جنوبی سوڈان میں شروع میں پیش قدمی کر رہی تھی مگر کچھ آگے بڑھ کر انھیں احساس ہوا کہ وہ گھیرے میں آگئے ہیں۔ انھوں نے راہ فرار اختیار کی مگر ان کے چار سو فوجی، دو درجن ٹینک اور بہت سی فوجی گاڑیاں سوڈانی فوج اور مجاہدین کے قبضے میں آگئے۔ یہ ایک زبردست ہزیمت تھی اور موسیوینی زائر کی فتح کا جشن منانے کے دوران اس ہزیمت کے زخموں کو چھاننا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے جنگ بندی کی خواہش کا اظہار کیا، سوڈان پہلے ہی یہ چاہتا تھا لہذا اس نے اس خواہش کا مثبت جواب دیا۔

تیسری اور بظاہر کم اہم وجہ خود کینیا کا اس معاملے میں تشویش میں مبتلا ہونا تھا۔ کینیا بذات خود اس جنگ میں سوڈان کے خلاف عملاً شریک نہیں مگر اس کی سرزمین مکمل طور پر اس ”صلیبی معرکے“ میں استعمال ہو رہی ہے۔ یہ سارا عمل امریکہ کے دباؤ کے تحت ہو رہا ہے اور کینیا چاہتا ہے کہ سوڈان اس کے بارے میں نرم گوشہ رکھے۔ اس نرم گوشے کی خاطر صدر موٹی کی خواہش تھی کہ یہ سمجھوتہ اس کی وساطت سے عمل پذیر ہو جائے۔ یہ بھی واضح رہے کہ پورے خطے میں حکومتوں کی اکھاڑ پچھاڑ کی وجہ سے کینیا کے لوگ، یہاں کے اخبارات اور میڈیا یوگنڈا سے خائف بھی ہیں اور اس کی توسیع پسندی کے خلاف اظہار نفرت بھی کرتے رہتے ہیں مگر یوگنڈا سے بگاڑنا نہیں چاہتے۔ اس لیے انھوں نے مل مین کا کردار ادا کر کے فریقین کی خیر سگلی حاصل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

یوگنڈا کے مسلمان تعلیم یافتہ اور زیادہ تر تجارت پیشہ ہیں۔ محمد مینا نجا اور اس کے ساتھیوں کی صورت میں انھیں اچھے رہنما مل گئے ہیں۔ عدی امین کے دور میں اسلام کو دہشت و تشدد کی علامت سمجھا گیا تھا۔ ان نوجوانوں کے سامنے ایک بڑا چیلنج ہے اور وسیع امکانات! کٹھن امتحانات ہیں اور روشن مستقبل! انھوں نے اپنی تنظیم کو صحیح اسلامی خطوط پر مرتب کر لیا ہے۔ یہ ان کے کام کا آغاز ہے مگر اللہ کے فضل سے بہت اچھا آغاز ہے۔ آج اسلام ایک معقول اور انسانی اقدار کے علم بردار دین کے طور پر متعارف ہو رہا ہے جس میں دلیل اور افہام و تفہیم ہے، انسانی حقوق اور انسانی عظمت کی ترجمانی ہے، کسی پر ظلم نہ کرنے کا منشور اور کسی کا ظلم برداشت نہ کرنے کا اعلان ہے۔ تعلیم یافتہ لوگوں میں یہ دعوت پھیل رہی ہے اور اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد حوصلہ افزا ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ مستقبل میں اس ملک میں عوام کی تائید سے اسلامی تبدیلی آجائے جو دیرپا اور کامیاب ثابت ہو اور ماضی کے فوجی انقلاب اور ناکام تجربے کے داغ مٹا سکے۔